

## ترک قراءت خلف الامام

از افادات: متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

### مذہب اہل السنۃ والجماعت احناف:

مقتدی کے لیے امام کے پیچھے سورت فاتحہ اور اس کے بعد والی سورت کی قراءت کرنا مکروہ تحریمی ہے، خواہ نماز جہری ہو یا سری بلکہ اسے خاموش رہنے کا حکم ہے۔

الدر المختار میں ہے: (وَالْمُؤْتَمَّرُ لَا يَقْرَأُ مُطْلَقًا) وَلَا الْفَاتِحَةَ فِي السَّرِيَّةِ اتِّفَاقًا..... (فَإِنْ قَرَأَ كُرْهًا تَحْرِيمًا)..... (بَلْ يَسْتَمِعُ) إِذَا جَهَرَ (وَيُنْصِتُ) إِذَا أَسَرَ.

(الدر المختار مع رد المحتار ج 2 ص 326، 327، كذاني اللباب في شرح الكتاب للميداني ج 1 ص 39)

### مذہب غیر مقلدین:

امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے، بغیر سورت فاتحہ پڑھے نماز نہیں ہوتی اور اس کے بعد والی سورت پڑھنا منع ہے۔

☆ محمد رئیس ندوی۔ جامعہ سلفیہ بنارس (انڈیا):

”امام کے پیچھے مقتدی کو صرف سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے، اس سے زیادہ ممنوع ہے۔“ (مجموعہ مقالات پر تحقیقی سلفی جائزہ: ص 388)

☆ حافظ محمد گوندلوی۔ شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ گوجرانوالہ:

”اور ہماری تحقیق میں فاتحہ خلف الامام ہر نماز میں جہری ہو یا سری، فرض ہے اس کے چھوڑنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔“

(خیر الکلام فی وجوب الفاتحہ خلف الامام: ص 33)

☆ ڈاکٹر شفیق الرحمن:

”جو شخص نماز میں اکیلا ہو یا جماعت کے ساتھ، امام ہو یا مقتدی، مقیم ہو یا مسافر، فرض پڑھ رہا ہو یا نوافل، امام سورۃ فاتحہ پڑھ رہا ہو یا کوئی

اور سورۃ، بلند آواز پڑھ رہا ہو یا آہستہ اگر اسے سورۃ فاتحہ آتی ہو یا پھر بھی نہ پڑھے تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔“ (نماز نبوی: ص 150)

☆ فتاویٰ علماء حدیث: ترتیب و تالیف ابو الحسنات علی محمد سعید:

”امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے، بغیر سورۃ فاتحہ پڑھے نماز نہیں ہوتی۔“ (ج 3 ص 112)

## دلائل اہل السنۃ والجماعت

### قرآن کریم مع التفسیر:

قال الله عز وجل: وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ • (سورة الاعراف: 204)

اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی۔

قال أحمد: فالناس على أن هذا في الصلاة وعن سعيد بن المسيب والحسن وإبراهيم ومحمد بن كعب والزهرى أنها

نزلت في شأن الصلاة وقال زيد بن أسلم وأبو العالية كانوا يقرؤون خلف الإمام فنزلت: (وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ

وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ) وقال أحمد في رواية أبي داود: أجمع الناس على أن هذه الآية في الصلاة ولأنه عام فيتناول بعبومه

الصلاة. (المغنى لابن قدامة ج 2 ص 117، مجموع الفتاوى لابن تيمية ج 22 ص 150)

## تفسیر نمبر 1:

قد اخرج الامام المحدث أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي م 458 هـ: أخبرنا أبو الحسن علي بن أحمد بن عبدان أنا أحمد بن عبيد الصقار، ناعبيد بن شريك، نا ابن أبي مريم، نا ابن لهيعة، عن عبد الله بن هبيرة، عن عبد الله بن عباس، «أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قرأ في الصلاة فقرأ أصحابه وراءه فخلطوا عليه فنزل (وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا) فهذه في المكتوبة» ثم قال ابن عباس: «وان كنا لا نستمع لمن يقرأ إنا إذا لأجفى من الحمير» (كتاب القراءة للبيهقي ص 109 رقم الحديث: 255) تحقيق السند: اسنادة حسن ورواته ثقات.

## اعترض:

اس کی سند میں ایک راوی عبد اللہ بن لہیعہ بن عقبہ ضعیف و مجروح ہے۔ لہذا یہ روایت حجت نہیں۔

## جواب:

اولاً۔۔۔ امام عبد اللہ بن لہیعہ بن عقبہ بن فرحان (م 174ھ) صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، جامع الترمذی، سنن ابن ماجہ وغیرہ کے راوی ہیں، یہ مختلف فیہ راوی ہیں۔ بعض حضرات نے اگرچہ ان پر کلام کیا ہے لیکن بہت سے ائمہ نے ان کو الحافظ، الامام الکبیر، عالم، محدث، العلا مة، محدث الدیار المصریة قرار دیا ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: لم یکن بمصر مثل ابن لهيعة و کثرت حدیثه و ضبطه و اتقانه

(العَبْرُ فِي خَيْرِ مَنْ عَبَّرَ لِلذَّهَبِيِّ ج: 1؛ ص: 135، تذكرة الحفاظ للذَّهَبِيِّ ج: 1؛ ص: 174، سير اعلام النبلاء للذَّهَبِيِّ ج: 6؛ ص: 284، التهذيب لابن حجر ج: 3 ص: 631 رقم الترجمة 4134، التقريب لابن حجر ج: 353 رقم الترجمة 3563) محدثین کے ہاں جو راوی مختلف فیہ ہو اس کی روایات حسن درجہ کی ہوتی ہیں۔ (فتح المغیث للسحاوی ج: 3 ص: 359، قواعد فی علوم الحدیث ج: 75) لہذا یہ روایت حسن ہے۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ ایک حدیث کی سند نقل کرتے ہیں:

حدثنا قتيبة ثنا ابن لهيعة عن يزيد بن ابي حبيب عن ابي الخير عن عقبه بن عامر قال الخ

(جامع الترمذی ج: 1 ص: 288 باب ماجاء به بخل من اموال اهل الذمة)

اس کے بعد فرماتے ہیں: " هذا حديث حسن " اور اس میں ابن لہیعہ موجود ہے۔

اور علامہ بیہقی نے مجمع الزوائد میں کئی مقامات پر ابن لہیعہ کی حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ مثلاً

1: وعن جابر رضى الله عنه قال: أمر النبي صلى الله عليه وسلم سخيماً أن يؤذّن في الناس أن " لا يدخل الجنة إلا مؤمن "

رواه أحمد وفيه ابن لهيعة وإسناده حسن (ج 1 ص 213)

2: وعن عبد الله بن الحارث أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لوددت أن بيني وبين أهل نجران حجاباً من شدة ما كانوا يجادلونه .

رواه البزار والطبراني في الكبير وفيه ابن لهيعة و حديثه حسن (ج 1 ص 387)

3: وعن معاوية بن خديج قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: غدوة في سبيل الله أو راحة خير من الدنيا وما فيها .

رواه أحمد والطبراني وفيه ابن لهيعة وهو حسن الحديث وبقيته رجاله ثقات (ج 3 ص 428)

ثانياً۔۔۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: الحسن وهو في الاحتجاج كالصحيح عند الجمهور

(اختصار فی علوم الحدیث لابن کثیر: ص 39 النوع الثانی)

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بسند صحیح موقوفاً روایت مروی ہے جو اس کی موید ہے۔

أخبرنا أبو زكريا بن أبي إسحاق المزكي، أنا أبو الحسن أحمد بن محمد بن عبدوس، نا عثمان بن سعيد نا عبد الله بن صالح، حدثني معاوية بن صالح، عن علي بن أبي طلحة، عن ابن عباس، في قوله: «(وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا)» يعني في الصلاة المفروضة»

(كتاب القراءة للبيهقي: ص 88 رقم الحديث 222)

ایک مقام پر زبیر علی زئی غیر مقلد نے مرفوع ضعیف کو بوجہ موقوف صحیح کے حسن قرار دیا ہے (نور العینین لعلی زئی ص 333) جبکہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوعاً ضعیف نہیں بلکہ حسن ہے تو یہ موقوف صحیح کی وجہ سے مزید قوی بن جائے گی۔ لہذا یہ روایت حسن لذاتہ ہے اور ترک قراءت خلف الامام پر واضح دلیل ہے۔

فائدہ: خود غیر مقلد عالم زبیر علی زئی صاحب نے جامع الترمذی کی ایک حدیث کو ”صحیح“ کہا ہے اور اس میں یہی ابن لہیعہ موجود ہے۔

(دیکھیے جامع الترمذی باحکام علی زئی: رقم 1589 ص 505)

## تفسیر نمبر 2:

قد روى الامام الحافظ أبو محمد عبد الرحمن بن محمد أبي حاتم بن إدريس بن المنذر التميمي الحنظلي الرازي م 327: حدثنا يونس بن عبد الأعلى انبا ابن وهب، ثنا أبو صخر عن محمد بن كعب القرظي: قال كان رسول الله (صلى الله عليه وسلم) إذا قرأ في الصلاة اجابه من وراءه إذا قال بسم الله الرحمن الرحيم قالوا مثل ما يقول حتى تنقضي الفاتحة والسورة فلبث ما شاء الله ان يلبث ثم نزلت: (وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ فَكْرًا وَأَنْصِتُوا).

(تفسیر ابن ابی حاتم الرازی ج 4 ص 259 رقم 9493)

تحقیق السند: اسناد صحیح علی شرط مسلم

## اعتراض:

یہ روایت مرسل ہے کیونکہ محمد بن کعب القرظی (م 40ھ علی الاصح) تابعی ہیں صحابی نہیں، اور مرسل حجت نہیں۔

## جواب:

مرسل عند الجمهور حجت اور قابل قبول ہے۔

1: قال الامام أبو جعفر مُحَمَّدُ بْنُ جَرِيرِ الطَّبْرِيِّ م 310: واجمع التابعون بأسرهم على قبول المرسل ولم يأت عنهم

انكاره ولا عن احد من الائمة بعدهم الى راس الماتين (قواعد في علوم الحديث للعثماني: ص 146، ص 147)

2: قد قال الامام عبد الرحمن الشهير بابن رجب الحنبلي م 795: قد استدلت كثير من الفقهاء بالمرسل.... وحكى

الاحتجاج بالمرسل عن اهل الكوفة وعن اهل العراق جملةً وحكاة الحاكم عن ابراهيم النخعي وحماد بن ابى سليمان وابى حنيفة

وصاحبيه (شرح علل الترمذی لابن رجب ص 244)

3: وقال الامام المحدث ظفر احمد العثماني م 1394: اما الاجماع فهو ان الصحابة والتابعين اجمعوا على قبول المراسيل

من العدل (قواعد في علوم الحديث ص: 140)

نیز اس مرسل کی تائید حدیث ابن عباس متصل مرفوع سے بھی ہوتی ہے [جو تفسیر نمبر 1 کے تحت گزر چکی ہے] لہذا یہ مرسل حجت ہے۔

### اعتراض:

عبدالرحمن مبارکپوری صاحب نے لکھا ہے کہ آیت ”وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ“ مکی ہے اور امام کے پیچھے قراءت کرنے کا حکم مدینہ طیبہ میں نازل ہوا ہے۔ لہذا منقذ حکم سے متاخر حکم کے خلاف استدلال درست نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی روایات موجود ہیں جو مدینہ میں قراءت خلف الامام کے جواز پر دلالت کرتی ہیں۔ مثلاً:

- 1: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی (موطأ امام مالک ص 29) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس پر اجماع ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ 7ھ میں مسلمان ہوئے تھے (تلخیص الجبیر ص 114) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ مدنی ہیں اور انہوں نے قراءت خلف الامام کا ذکر کیا ہے (تحقیق الکلام ج 2 ص 28 ملاحظاً)

### جواب:

یہ اعتراض درحقیقت کوئی وزن نہیں رکھتا۔

اولاً:۔۔۔ آپ کا عمل قراءت خلف الامام پر اس وجہ سے ہے کہ اس کے راوی صحابہ مدنی ہیں تو پھر وہ کثیر صحابہ کرام مثلاً حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت انس بن مالک، حضرت زید بن ثابت، رضی اللہ عنہم جو مدنی ہیں ان سے (اور خود حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی) ترک قراءت خلف الامام کی روایتیں مروی ہیں ان پر آپ کا عمل کیوں نہیں؟

ثانیاً:۔۔۔ سورہ اعراف مدنی ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن کثیر اپنی تفسیر ج 4 ص 254 میں اور نواب صدیق حسن خان صاحب اپنی تفسیر فتح البیان ج 3 ص 393 میں لکھتے ہیں کہ سورہ اعراف مدنی ہے۔ کیونکہ اس سورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت یہود کا واقعہ پوری تفصیل کے ساتھ موجود ہے اور ظاہر ہے کہ یہود کا مرکز مدینہ طیبہ میں تھا نہ کہ مکہ مکرمہ میں۔

نیز اس آیت کا شان نزول بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ (مدنی صحابی) سے یہی مروی ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی۔ پس ترک قراءت خلف الامام کا حکم مدنی ہی ہے۔

ثالثاً:۔۔۔ لیجئے ہم یہ بھی تصریح پیش کر دیتے ہیں کہ خاص یہی آیت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ چنانچہ امام بیہقی رحمہ اللہ اس آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے ایک روایت نقل کرتے ہیں:

أخبرنا أبو عبد الله محمد بن عبد الله المحافظ رحمه الله أنا عبد الرحمن بن الحسن القاضي، نا إبراهيم بن الحسين، نا آدم بن أبي إياس، نا ورقاء، عن ابن أبي نجيح، عن مجاهد، قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ في الصلاة فسمع قراءة فتى من الأنصار فنزل وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا (كتاب القراءه للبيهقي؛ ص 107 رقم الحديث 248)

اس روایت میں ذکر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب قراءت فرما رہے تھے تو ایک انصاری نوجوان کی قراءت سنی تب یہ آیت نازل ہوئی اور یہ بات واضح ہے کہ انصار مدینہ منورہ ہی میں تھے۔

رابعاً:۔۔۔ اگر آیت کو کئی بھی قرار دیا جائے تب بھی ہمارے مدعی پر کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ کئی آیات ایسی ہیں جن کا نزول مکرر ہوا ہے یعنی جو مکہ و مدینہ دونوں میں نازل ہوئیں اور مندرجہ بالا تفصیل کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ آیت مکہ و مدینہ دونوں میں نازل ہوئی، اس لیے کہ نماز جس طرح مدینہ میں مشروع تھی اسی طرح ابتداء اسلام میں مکہ میں بھی تو مشروع تھی۔ مکہ میں ترک قراءت کا مسئلہ سمجھانے کے لیے یہ آیت پہلی مرتبہ نازل ہوئی اور مدینہ میں یہی مسئلہ سمجھانے کے لیے دوبارہ نازل ہوئی [جیسا کہ مدنی صحابی سے مروی ہے]

## احادیث مبارکہ

احادیث مرفوعہ:

دلیل نمبر 1:

حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة حدثنا أبو أسامة حدثنا سعيد بن أبي عروبة ح وحدثنا أبو غسان المسبعي حدثنا معاذ بن هشام حدثنا أبي ح وحدثنا إسحاق بن إبراهيم أخبرنا جرير عن سليمان التيمي كل هؤلاء عن قتادة في هذا الإسناد [عن يونس بن جبیر عن حطان بن عبد الله الرقاشي] بمثله [إن رسول الله صلى الله عليه وسلم خطبنا فبين لنا سنتنا وعلينا صلاتنا فقال إذا صليتم فأقيبوا صفوفكم ثم ليؤمكم أحدكم فإذا كبر فكبروا وإذا قال غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقولوا آمين] وفي حديث جرير عن سليمان عن قتادة من الزيادة وإذا قرأ فأنصتوا

[حاصل السند و المتن: حدثنا إسحاق بن إبراهيم أخبرنا جرير عن سليمان التيمي عن قتادة عن يونس بن جبیر عن حطان بن عبد الله الرقاشي قال صليت مع أبي موسى الأشعري صلاة..... فقال أبو موسى أما تعلمون كيف تقولون في صلاتكم إن رسول الله صلى الله عليه وسلم خطبنا فبين لنا سنتنا وعلينا صلاتنا فقال إذا صليتم فأقيبوا صفوفكم ثم ليؤمكم أحدكم فإذا كبر فكبروا وإذا قرأ فأنصتوا وإذا قال غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقولوا آمين]

(صحیح مسلم ج 1 ص 174 باب التشهد في الصلاة)

اعترض نمبر 1:

اس کی سند ایک راوی سلیمان التیمی ہے جو کہ ”مدلس“ ہے اور مدلس کا عنعنہ صحت حدیث کے منافی ہوتا ہے۔

جواب 1:

امام سلیمان التیمی م 143ھ صحیح البخاری و صحیح مسلم کے ثقہ بالاجماع، حافظ، متقن اور ثبت راوی ہیں۔ ان کی تدلیس کی وجہ سے اس روایت کو ناقابل قبول قرار دینا درست نہیں۔ اس لیے کہ:

اولاً: اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ صحیحین کے مدلس کی تدلیس عند الحدیثین صحت حدیث کے منافی نہیں کیونکہ وہ دوسری جہت سے سماع پر محمول ہوتی ہیں۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

واعلم أن ما كان في الصحيحين عن المدلسين بعن ونحوها فمحمول على ثبوت السماع من جهة أخرى.

(مقدمہ شرح صحیح مسلم للنووی ج 1 ص 18)

اور یہ روایت صحیح مسلم کی ہے، لہذا تدلیس مضر نہیں۔

ثانیاً: امام سلیمان التیمی نے ”حدثنا قتادة“ کے الفاظ سے سماع کی تصریح کر رکھی ہے۔ دیکھیے۔۔۔

1: حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي (سليمان التيمي) حَدَّثَنَا قَتَادَةَ... (السنن لابن داود؛ ج 1 ص 147 باب التشهد)

2: حدثنا سليمان بن الأشعث السجستاني قال ثنا عاصم بن النضر قال ثنا المعتبر قال سمعت أبي (سليمان التيمي) قال ثنا قتادة... (صحیح ابی عوانہ ج 1 ص 360 رقم الحدیث 1339)

ثالثاً: عند الاحناف خیر القرون کی تدلیس صحت حدیث کے منافی نہیں۔ (تواعد فی علوم الحدیث: ص 138)

لہذا اعتراض باطل ہے۔

اعتراض نمبر 2:

اس روایت میں "واذا قرء فأنصتوا" کی زیادت سلیمان التیمی کے علاوہ کسی اور راوی سے مروی نہیں، لہذا یہ زیادتی شاذ ہے۔ پس یہ روایت ناقابل قبول ہے۔

جواب:

یہ اعتراض بھی چند وجوہ سے باطل ہے۔

اولاً: امام سلیمان التیمی بالاجماع ثقہ ہیں اور "واذا قرء فأنصتوا" کے بیان کرنے میں یہ جماعت ثقات کی مخالفت نہیں کر رہے بلکہ ایک زائد چیز کو بیان کر رہے ہیں جو کہ "شاذ" نہیں بلکہ زیادتی ثقہ ہے اور جمہور فقہاء و محدثین کے نزدیک زیادتی ثقہ مقبول ہے۔

1: والزیادة مقبولة. (صحیح البخاری ج 1 ص 201 باب العشر فیما یستقی من ماء السماء والماء الجاری)

2: أن الزیادة من الثقة مقبولة (مستدرک علی الصحیحین للحاکم ج 1 ص 307 کتاب العلم)

لہذا امام سلیمان التیمی کا "واذا قرء فأنصتوا" کی زیادت روایت کرنا ان کے ثقہ ہونے کی وجہ سے مقبول ہے، پس اعتراض باطل ہے۔

ثانیاً: "واذا قرء فأنصتوا" کی زیادت بیان کرنے میں امام سلیمان التیمی منفرد نہیں بلکہ دیگر روایات نے بھی ان کی متابعت تامہ کر رکھی ہے۔ مثلاً

امام ابو عبیدہ الحدادی:

روی الإمام أبو عوانة يعقوب بن إسحاق الاسفرائني م 316هـ: حدثنا سهل بن بحر الجندلي سائوري قال ثنا عبد الله بن رشيد قال ثنا ابو عبيدة عن قتادة عن يونس بن جبیر عن حطان بن عبد الله الرقاشي عن أبي موسى الأشعري قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (إذا قرأ الإمام فأنصتوا وإذا قال: (غَيَّرَ الْبَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ) فقولوا آمين) (صحیح ابی عوانہ ج 1 ص 360 رقم 1341 بیان اجازة القراءة الخ.)

عمر بن عامر اور سعید بن ابی عروبہ:

حدثنا أبو حامد محمد بن هارون الحضرمي ثنا محمد بن يحيى القطعي ثنا سالم بن نوح ثنا عمر بن عامر وسعيد بن أبي عروبة عن قتادة عن يونس بن جبیر عن حطان بن عبد الله الرقاشي قال صلى بنا أبو موسى فقال أبو موسى: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يعلمنا إذا صلى بنا قال إنما جعل الإمام ليؤتم به فإذا كبر فكبروا وإذا قرأ فأنصتوا.

(سنن الدار قطنی ص 217 رقم الحدیث 1235، السنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 155 باب من قال یترک المامون القراءة الخ.)

لہذا شاذ ہونے والا یہ اعتراض باطل ہے۔

اعتراض نمبر 3:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی اس روایت کی سند میں دوسرا راوی "قتادہ" ہے جو کہ مدلس ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے، مدلس کا عنعنہ صحت حدیث کے منافی ہوتا ہے۔

جواب:

امام قتادہ بن دعامہ م 117ھ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے ثقہ بالاجماع راوی ہیں۔ ان کی تدلیس کی وجہ سے اس روایت کو ناقابل قبول

قرار دینا درست نہیں۔ چند وجوہ سے:

اولاً: اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ صحیحین کے مدلس کی تدلیس عند الحدیث صحت حدیث کے منافی نہیں کیونکہ وہ دوسری جہت سے سماع پر

محمول ہوتی ہیں۔ (امام نووی رحمہ اللہ کا حوالہ گزر چکا ہے) اور یہ روایت صحیح مسلم کی ہے، لہذا تدریس مضر نہیں۔

ثانیاً: امام قتادہ بن دعامہ نے حدیث ابی موسیٰ اشعری میں تحدیثاً سماع کی تصریح کی ہے۔ دیکھیے۔۔۔

حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي حَدَّثَنَا قَتَادَةَ عَنْ أَبِي غَلَابٍ يُحَدِّثُهُ عَنْ حِطَّانِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الرَّقَاشِيِّ بِهَذَا الْحَدِيثِ زَادَ «فَإِذَا قَرَأْتُمْ فَانصتوا» (سنن ابی داؤد ج 1 ص 147 باب التثبوت، صحیح ابی عوانہ ج 1 ص 360 رقم الحدیث 1339)

ثالثاً: امام قتادہ کا شمار ان مدلسین میں ہوتا ہے جن کی تدریس کسی بھی کتاب میں صحت حدیث کے منافی نہیں۔ امام حاکم فرماتے ہیں:

فمن المدلسين من دلس عن الثقات الذين هم في الثقة مثل المحدث أو فوَّقه أو دونه إلا أنهم لم يخرجوا من عداد الذين يقبل أخبارهم فمنهم من التابعين أبو سفيان طلحة بن نافع و قتادة بن دعامة وغيرهما. (معرفت علوم الحدیث: ص 103)

علامہ ابن حزم محدثین کا ضابطہ بیان کرتے ہوئے ان مدلسین کی فہرست بتاتے ہیں جن کی روایتیں باوجود تدریس کے صحیح ہیں اور ان کی تدریس سے صحت حدیث پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

منهم كان جلة أصحاب الحديث وأئمة المسلمين كالحسن البصري وأبي إسحاق السبيعي و قتادة بن دعامة و عمرو بن دينار و سليمان الأعمش و أبي الزبير و سفيان الثوري و سفيان بن عيينة. (الإحكام لابن حزم ج 2، ص 141، 142 فصل من يلزم قبول نكته الأخبار)

لہذا حدیث ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بالکل صحیح اور حجت ہے۔

فائدہ: زبیر علی زئی غیر مقلد نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: ((صحیح))۔ (نصر الباری از علی زئی ص 283)

## حدیث نمبر 2:

قد روى الامام أبو عبدالله محمد بن يزيد ابن ماجة القزويني م 273: حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة . حدثنا أبو خالد الأحمر عن ابن عجلان عن زيد بن أسلم عن أبي صالح عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (إنما جعل الإمام ليؤتم به . فإذا كبر فكبروا . وإذا قرأ فأنصتوا . وإذا قال غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقولوا آمين .

تحقیق السند: اسناد صحیح علی شرط البخاری و مسلم

(سنن ابن ماجہ: ص 61 باب اذا قرء الامام فانصتوا، سنن النسائی ج 1 ص 146 باب تاویل قوله عز وجل وذا قرء القرآن فاستمعوا له وانصتوا)

## اعتراض:

اس کی سند میں ایک راوی محمد بن عجلان ہے جو کہ مدلس ہے اور یہ حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں اختلاط کا شکار ہو گیا تھا، نیز ایک راوی ابو خالد الاحمر ”فاذا قرء فانصتوا“ کی زیادتی نقل کرنے میں منفر د ہے۔ لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔

## شق اول (تدریس) کا جواب:

امام محمد بن عجلان المدنی م 148ھ صحیح بخاری معلف، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔ ثقہ عند الجمهور، فقیہ، صدوق اور کثیر الحدیث ہیں۔ (تہذیب لابن حجر ج 5، ص 220، 219) ان کی تدریس صحت حدیث کے منافی نہیں، چند وجوہ سے:

وجہ اول: امام بخاری رحمہ اللہ اور امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے اس روایت کو نقل کیا اور صرف ابو خالد الاحمر کے تفر د کا تذکرہ تو کیا ہے لیکن محمد بن عجلان کی تدریس کی وجہ سے حدیث کے ضعیف ہونے کا ذکر نہیں کیا۔

قال البخاری: ولا يعرف هذا [فانصتوا] من صحيح حديث ابى خالد الاحمر (جزء القراءة للبخارى ص 59 رقم 267)

قال ابو داؤد: وهذه الزيادة "وإذا قرء فانصتوا" ليست بمحفوظة، الوهم عندنا من ابى خالد. (سنن ابی داؤد ج 1 ص 96)

اگر محمد بن عجلان کی تدریس صحت حدیث کے منافی ہوتی تو یہ حضرات اس کو ضرور ذکر فرماتے۔

وجہ ثانی: علامہ شمس الدین الذہبی رحمہ اللہ 748ھ محمد بن عجلان کی متعدد معنعن روایتوں کی تصحیح کرتے ہیں، مثلاً

1: حدیثی ابن عجلان عن القعقاع، (تعلیقات الذہبی فی التلخیص ج 1 ص 43)

2: ثنا ابن عجلان عن سعید المقبری، (تعلیقات الذہبی فی التلخیص ج 1 ص 131، 185)

3: عن محمد بن عجلان عن سمی۔ (تعلیقات الذہبی فی التلخیص ج 1 ص 352)

4: عن ابن عجلان عن عیاض بن عبد اللہ (تعلیقات الذہبی فی التلخیص ج 1 ص 382)

### شق ثانی (اختلاط) کا جواب:

جہاں تک اختلاط کے اعتراض کا تعلق ہے، تو یہ بھی چند وجوہ سے قابل التفات نہیں۔

### وجہ اول:

اس لیے کہ اگرچہ بعض حضرات نے محمد بن عجلان کی ان روایات پر کچھ کلام کیا ہے جو بطریق سعید المقبری عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ

مروی ہیں اور ان روایات کی وجہ سے ہی ان کے اختلاط کا قول کیا ہے۔ (کتاب العلل للترمذی ج 2 ص 716، تہذیب التہذیب ج 5 ص 742)

لیکن امام ابن حبان اور علامہ ذہبی رحمہما اللہ نے اس کی پر زور تردید فرمائی ہے۔

(تہذیب التہذیب ج 5 ص 742، میزان الاعتدال ج 4 ص 204)

بلکہ امام ابن حبان نے تو تصریح کی ہے: فهذا مما حمل عنه قديما قبل اختلاط صحيفته. (تہذیب التہذیب ج 5 ص 742)

کہ ابن عجلان عن سعید عن ابیہ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ والی روایات اس کے صحیفہ کے اختلاط سے پہلے کی ہیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اختلاط صحیفہ کا اعتراض سعید مقبری کے طریق پر تھا جس کا جواب ائمہ نے دیا۔ لیکن ہماری پیش کردہ

روایت تو سعید مقبری کے طریق سے نہیں بلکہ زید بن اسلم کے طریق سے ہے۔ لہذا اعتراض باطل ہے۔

### وجہ ثانی:

امام محمد بن عجلان المدنی کے دو متابع موجود ہیں:

1: خارج بن مصعب:

وَقَدْ رَوَاهُ خَارِجَةُ بْنُ مُصْعَبٍ أَيْضًا يَعْنِي عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ. (السنن الکبری للبیہقی ج 2 ص 157)

2: یحییٰ بن العلاء الرازی:

وَقَدْ رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ الْعَلَاءِ الرَّازِيُّ كَمَا رَوَاهُ. (السنن الکبری للبیہقی ج 2 ص 157)

### وجہ ثالث:

امام نووی رحمہ اللہ مختلط راوی کے متعلق ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں:

وحكم المختلط أنه لا يُحتج بما روى عنه في الاختلاط أو شك في وقت تحمله، ويحتج بما روى عنه قبل الاختلاط، وما

كان في الصحيحين عنه محمول على الأخذ عنه قبل اختلاطه. (تہذیب الاسماء واللغات للنووی ج 1 ص 242)

ہماری پیش کردہ روایت ابو خالد الاحمر عن ابن عجلان کے طریق سے ہے اور یہی طریق صحیح مسلم ج 1 ص 216 پر موجود ہے۔، جو دلیل ہے کہ ابن

عجلان کی وہ روایات جو ابو الاحمر سے مروی ہیں، قبل الاختلاط مروی ہیں۔ لہذا اعتراض باطل ہے۔

## شق ثالث (تفرد) کا جواب:

اس روایت کے راوی ابو خالد الاحمر ”فاذا قرء فانصتوا“ کے جملے میں متفرد بھی ہوں تب بھی روایت قابل قبول ہے، اس لیے کہ ابو خالد الاحمر صحاح ستہ کے ثقہ بالاتفاق راوی ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج 3 ص 20)

لہذا اصول حدیث کی رو سے ان کی زیادتی قابل قبول ہے (حوالہ جات پہلے گزر چکے ہیں۔)

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ابو خالد الاحمر اس زیادتی کے نقل کرنے میں متفرد نہیں، بلکہ محمد بن سعد الانصاری الاشہلی جو ثقہ ہیں، وہ بھی اس زیادتی کو نقل فرماتے ہیں:

أخبرنا محمد بن عبد الله بن المبارك قال حدثنا محمد بن سعد الأنصاري قال حدثني محمد بن عجلان عن زيد بن أسلم عن أبي صالح عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إنما الإمام ليؤتم به فإذا كبر فكبروا وإذا قرأ فأنصتوا قال أبو عبد الرحمن كان المخرمي يقول هو ثقة يعني محمد بن سعد الأنصاري (سنن النسائي ج 1 ص 146 باب تاويله قوله عز وجل وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ) حديث نمبر 3:

اخرج الامام المحدث أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي م 458 هـ: أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، أنا أبو بكر بن إسحاق الفقيه، أنا أحمد بن بشر بن سعد المرثدي، نا فضيل بن عبد الوهاب، نا خالد يعنى الطحان، ح قال أبو عبد الله: وأخبرني أبو بكر بن عبد الله، نا الحسن بن سفيان، نا محمد بن خالد بن عبد الله الواسطي، نا أبي، عن عبد الرحمن بن إسحاق، عن سعيد المقبري، عن أبي هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «كل صلاة لا يقرأ فيها بأمر الكتاب فهي خداج إلا صلاة خلف إمام» (كتاب القراءة للبيهقي ص 170، 171 رقم 404)

تحقيق السند: اسنادہ صحیح ورواہ ثقہ

## اعترض:

اصل روایت میں ”إلا صلاة خلف إمام“ کے الفاظ نہیں ہیں، جیسا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے عبد الرحمن بن یعقوب سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا موقف اثر نقل کیا ہے:

عن أبي هريرة قال: كل صلاة لا يقرأ فيها بفاتحة الكتاب فهي خداج فقلت: وإن كنت خلف إمام؟ فقال: اقرأ في نفسك. (كتاب القراءة للبيهقي رقم الحديث 429)

اور اس میں یہ جملہ مذکور نہیں۔ یہ جملہ خالد الطحان کی خطا کی وجہ سے زائد ہو گیا ہے، لہذا قابل حجت نہیں۔

## جواب اول:

امام خالد الطحان صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ بالاجماع راوی ہیں۔ (تقریب لابن حجر: ج 1: ص 150)

ان کا ”إلا صلاة خلف إمام“ کے الفاظ نقل کرنا خطا نہیں بلکہ زیادتی ثقہ ہے اور جمہور فقہاء و محدثین کے نزدیک ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔ (حوالہ جات گزر چکے ہیں) پس حدیث کا یہ جملہ قابل حجت ہے۔

## جواب ثانی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس مرفوع حدیث ”إلا صلاة خلف إمام“ کے کئی مرفوع اور موقوف شواہد دیگر اسانید و کتب میں موجود ہیں۔ مثلاً۔۔۔

- 1: رواه الخلال بإسنادة عن جابر أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: [ كل صلاة لا يقرأ فيها بأمر القرآن فهي خداج إلا أن تكون وراء الإمام ] وقد روى أيضاً موقوفاً عن جابر (المعنى لابن قدامة: ج: 2: ص: 118 مسألة القراءة خلف الإمام)
- 2: عن جابر مرفوعاً.. (سنن الطحاوي: ج: 1، ص: 159، الفوائد لابن منده: ج: 2: ص: 143)
- 3: عن جابر موقوفاً..

(موطا امام مالك: ص: 69، مؤطا امام محمد: ص: 95، مسائل احمد بروایت عبداللہ: ص: 78، سنن الترمذی: ج: 1: ص: 71، وقال الترمذی هذا حديث حسن صحيح)

لہذا ثابت ہوا کہ حدیث ابی ہریرہ میں ”الاصلاة خلف امام“ کے الفاظ صحیح و ثابت ہیں۔

فائدہ: ہماری پیش کردہ مرفوع روایت میں ”الاصلاة خلف امام“ کے الفاظ ثابت ہیں واللہ الحمد، رہا مخالفین کی طرف سے پیش کردہ موقوف اثر اور اس میں یہ الفاظ ”اقرء فی نفسک“ کی مراد تو یہ غیر مقلدین کے دلائل کے جوابات کے تحت (دلیل نمبر 3 کے ذیل میں) آرہا ہے۔

حدیث نمبر 4:

روی الامام ابو محمد يوسف بن يعقوب: عن ابيه [ابى يوسف] عن ابي حنيفة عن موسى بن ابي عائشة عن عبد الله بن شداد بن الهاد الليثي ابي الوليد عن جابر بن عبد الله ان رجلا قرء خلف النبي صلى الله عليه وسلم في الظهر او العصر قال قال: فاو ما اليه رجل فنهاه فابى فلما انصرف قال اتنهاني ان اقرء خلف النبي صلى الله عليه وسلم فتذاكرنا ذلك حتى سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال النبي صلى الله عليه وسلم من صلى خلف امام فان قراءة الامام له قراءة.

(مسند ابی حنیفہ بروایت القاضی ابی یوسف ص 23 رقم الحدیث 113)

تحقیق السند: اسنادہ صحیح علی شرط البخاری و مسلم

### اعترض:

یہ روایت موصول نہیں ہے بلکہ مرسل ہے۔ اس لیے کہ دیگر محدثین مثلاً جریر، سفیان اور شریک وغیرہ اسے مرسل روایت کرتے ہیں (یعنی عن جابر بن عبد اللہ کے واسطے کے بغیر) صرف امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہی اسے موصولاً بیان کرتے ہیں۔ نیز حافظ ابن الہمام نے مسند احمد بن منیع کے جس نسخہ سے یہ روایت نقل کی ہے (فتح القدير: ج: 1 ص 346) اس میں کاتب کی غلطی کی وجہ سے عبد اللہ بن شداد کے بعد ”عن جابر“ کا جملہ زیادہ ہو گیا ہے، حقیقت یہ روایت مرسل ہے۔

### جواب شق اول:

یہ دعویٰ کہ دیگر محدثین اس روایت کو مرسل بیان کرتے ہیں اور صرف امام ابو حنیفہ ہی اسے موصولاً بیان کرتے ہیں، باطل ہے۔ اس لیے کہ:

اولاً..... امام سفیان ثوری اور خود امام شریک نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی متابعت تامہ کر رکھی ہے۔

قال أحمد بن منيع: أنبأنا إسحاق الأزرق، حدثنا سفیان وشريك، عن موسى بن أبي عائشة، عن عبد الله بن شداد، عن جابر، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من كان له إمام فقرأه الإمام له قراءة.

وقال الامام البوصيري صحيح على شرط الشيخين

(اتحاف الخيرة للمهرة للبوصيري ج: 2، ص: 216 حدیث نمبر 1832، فتح القدير لابن الہمام: ج: 1: ص: 346)

لہذا یہ دعویٰ کرنا کہ اس روایت کو تنہا امام ابو حنیفہ ہی موصولاً بیان کرتے ہیں اور اس میں ان کا کوئی ساتھی نہیں ہے، محض باطل ہے۔

ثانیاً..... امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اس روایت کو نقل کرنے والے بھی اس کو موصول ہی بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ امام بیہقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هذا حديث رواه جماعة من أصحاب أبي حنيفة رحمه الله عنه موصولاً - (كتاب القراءة للبيهقي ص 333)

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: هَكَذَا رَوَاهُ جَمَاعَةٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ مَوْصُولًا. (السنن الكبرى للبيهقي ج 2 ص 159)  
لہذا مرسل ہونے کا اعتراض باطل ہے۔

### جواب شق ثانی:

اس روایت میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ صحیح اسانید میں موجود ہے، جیسا کہ امام احمد بن ابی بکر بوسیری م 840ھ اور امام ابن الہمام م 861ھ نے ذکر فرمایا ہے۔ ان کے دور سے اب تک کسی مشہور محدث نے ان پر اعتراض نہیں کیا۔ لہذا محض تخمینہ و گمان سے محدثین پر یہ الزام کہاں درست ہے کہ انہوں نے یہ الفاظ اپنی طرف سے بڑھادیے ہیں۔

## احادیث موقوفہ

### حدیث نمبر 1:

عبد الرزاق عن عبد الرحمن بن زيد بن أسلم عن أبيه قال: -- أخبرني أشياخنا أن علياً قال من قرأ خلف الإمام فلا صلاة له قال [عبد الرزاق] وأخبرني موسى بن عقبة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبو بكر وعمر وعثمان كانوا ينهون عن القراءة خلف الإمام۔  
(مصنف عبد الرزاق ج 2 ص 90، 91 رقم 2813 باب القراءة خلف الامام)

تحقیق السند: اسنادہ صحیح ورواہ ثقات

### حدیث نمبر 2:

روى الامام الحافظ البحدث أبو بكر عبد الله بن محمد بن أبي شيبه العباسي الكوفي م 235: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَصْبَهَانِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ فَقَدْ أَخْطَأَ الْفِطْرَةَ.  
(مصنف ابن ابی شیبہ ج 3 ص 278 رقم الحدیث 3802 باب من کره القراءة خلف الامام)

تحقیق السند: اسنادہ صحیح ورواہ ثقات

### حدیث نمبر 3:

عبد الرزاق عن منصور عن أبي وائل قال جاء رجل إلى عبد الله فقال: يا أبا عبد الرحمن! أقرأ خلف الإمام؟ قال: أنصت للقرآن فإن في الصلاة شغلا وسيكفيك ذلك الإمام۔ (مصنف عبد الرزاق ج 2 ص 89، 90 رقم 2806 باب القراءة خلف الامام)  
تحقیق السند: اسنادہ صحیح علی شرط البخاری و مسلم

### اعتراض:

یہ اثر مطلق ہے اس میں فاتحہ کا بالخصوص ذکر نہیں۔

### جواب:

مطلق کی نفی سے مقید کی نفی خود بخود ہو جاتی ہے۔ لہذا جب قراءت کی نفی ہو گئی تو فاتحہ اور فاتحہ کے بعد والی سورۃ کی نفی ہو گئی۔

### حدیث نمبر 4:

مَالِكٌ عَنْ أَبِي نُعَيْمٍ وَهَبِ بْنِ كَيْسَانَ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ مَنْ صَلَّى رُكْعَةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأَمْرِ الْقُرْآنِ فَلَمْ يُصَلِّ إِلَّا وَرَاءَ الْإِمَامِ۔ (موطا امام مالک ص 66 باب ماجاء فی ام القرآن، موطا امام محمد ص 95 باب القراءة فی الصلوة خلف الامام)

تحقیق السند: اسنادہ صحیح علی شرط البخاری و مسلم

حدیث نمبر 5:

مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ، كَانَ إِذَا سُئِلَ هَلْ يَقْرَأُ أَحَدٌ خَلْفَ الْإِمَامِ قَالَ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ خَلْفَ الْإِمَامِ فَحَسْبُهُ قِرَاءَةُ الْإِمَامِ وَإِذَا صَلَّى وَحْدَهُ فَلْيَقْرَأْ، قَالَ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ لَا يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ

(مؤطا امام مالک ص 68 باب ترک القراءہ خلف الامام، مؤطا امام محمد ص 95 باب القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام)

تحقیق السند: اسنادہ صحیح علی شرط البخاری و مسلم

اعتراض:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس اثر کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس اثر سے تعارض ہے جس میں انہوں نے امام کے پیچھے قراءت کی اجازت دی ہے، چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنت کے زیادہ بڑے عالم تھے، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر پر ترجیح ہوگی۔

جواب:

اگر تعارض کا یہی مفہوم ہے تو کہا جاسکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے لاکھوں بلکہ کروڑوں درجے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنت کے زیادہ عالم تھے، اس لیے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے قراءت سے منع فرمایا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو ترجیح ہوگی۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر کا جواب آگے آ رہا ہے۔

حدیث نمبر 6:

قال الامام الحافظ المحدث أبو محمد بدر الدين محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد العيني م 855هـ: وذكر الشيخ الإمام عبد الله بن يعقوب الحارثي السيد موني في كتاب (كشف الأسرار) عن عبد الله بن زيد بن أسلم عن أبيه قال كان عشرة من أصحاب رسول الله ينفون عن القراءة خلف الإمام أشد النهي أبو بكر الصديق وعمر الفاروق وعثمان بن عفان وعلي بن أبي طالب وعبد الرحمن بن عوف وسعد ابن أبي وقاص وعبد الله بن مسعود وزيد بن ثابت وعبد الله بن عمر وعبد الله بن عباس رضي الله تعالى عنهم - (عمدة القاري للعيني ج 4 ص 449 باب وجوب القراءة للامام والمأموم)

احادیث مقطوعہحدیث نمبر 1:

عن أبي إسحاق أن علقمة بن قيس قال وددت أن الذي يقراء خلف الإمام مليء فوهة قال أحسبه قال تراباً أو رصفاً -

(مصنف عبد الرزاق ج 2 ص 90 رقم 2811 باب القراءۃ خلف الامام، کتاب الحجۃ ل محمد ج 1 ص 90 باب القراءۃ خلف الامام، مؤطا امام محمد ص 100 باب القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام)

تحقیق السند: اسنادہ صحیح علی شرط البخاری و مسلم۔

حدیث نمبر 2:

روى الامام الحافظ المحدث أبو بكر عبد الله بن محمد بن أبي شيبه العباسي الكوفي م 235هـ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا

إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ وَبَرَةَ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ، أَنَّهُ قَالَ: وَدِدْتُ أَنَّ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ مِلْيَ فُوهَةٍ تُرَابًا.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 3 ص 279 رقم 3810 من کرہ القراءۃ خلف الامام، مصنف عبد الرزاق ج 2 ص 90 رقم 2810 باب القراءۃ خلف الامام)

اسنادہ صحیح علی شرط البخاری و مسلم۔

## حدیث نمبر 3:

روی الامام الحافظ المحدث أبو بكر عبد الله بن محمد بن أبي شيبه العيسى الكوفي م 235: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ أَشْعَثَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ عُمَارَةَ، قَالَ: سَأَلْتُ، لَا أَدْرِي، كَمْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ عَبْدِ اللَّهِ كُلُّهُمْ يَقُولُ: لَا يُقْرَأُ خَلْفَ إِمَامٍ، مِنْهُمْ عَمْرُو بْنُ مَيْمُونٍ. (مصنف ابن أبي شيبة ج 3 ص 280 رقم الحديث 3819 من كره القراءة خلف الإمام، التعلیق الحسن للنبيوى ص 108)

تحقیق السند: اسنادہ حسن

## جمہور کا موقف اور اجماع امت

1: روى الامام الحافظ المحدث أبو داؤد سليمان بن الأشعث السجستاني م 275: حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكِ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ عَنِ ابْنِ أُكَيْمَةَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنْ صَلَاةٍ جَهَرَ فِيهَا بِالْقِرَاءَةِ فَقَالَ «هَلْ قَرَأَ مَعِيَ أَحَدٌ مِنْكُمْ أَيْقًا». فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ «إِنِّي أَقُولُ مَا لِي أُتَارَعُ الْقُرْآنَ». قَالَ فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فِيمَا جَهَرَ فِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقِرَاءَةِ مِنَ الصَّلَوَاتِ حِينَ سَمِعُوا ذَلِكَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(سنن ابی داؤد ج 1 ص 127 باب من كره القراءة بفتح الكتاب اذا جهر الامام)

2: قال الامام الحافظ المحدث الفقيه ابو الحسن على بن أبي بكر بن عبد الجليل المرغيناني م 593: ولنا قوله عليه الصلاة والسلام من كان له إمام فقرأه الإمام له قراءة وعليه إجماع الصحابة رضی اللہ عنہم۔

(الهداية شرح البداية ج 1 ص 121، 122 فصل في القراءة)

صاحب ہدایہ کے اس قول پر امام ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی م 855 ہ فرماتے ہیں:

قال صاحب (الهداية) من أصحابنا وعلى ترك القراءة خلف الإمام إجماع الصحابة فسماء إجماعاً باعتبار اتفاق الأكثر ومثل هذا يسمى إجماعاً عندنا۔

(عمدة القاری شرح صحیح البخاری للعینی ج 4 ص 449 باب وجوب القراءة)

## ائمہ مجتہدین اور ترک قراءت خلف الامام

1: امام اعظم في الفقهاء ابو حنيفة نعمان بن ثابت الكوفي م 150 هـ:

قال محمد رحمه الله: لا قراءة خلف الامام فيما جهر فيه ولا فيما لم يجهر بذلك جاءت عامة الآثار وهو قول ابي حنيفة رحمه الله تعالى. (موطا امام محمد: ص 96، 97 باب القراءة في الصلوة خلف الامام، كتاب الحجية لمحمد ج 1 ص 87 باب القراءة خلف الامام)

2: امام سفيان الثوري م 161 هـ:

قال الثوري رحمه الله: ولا يقرأ المأموم خلف الامام شيئاً لا الفاتحة ولا السورة.

(نقح سفيان الثوري ص 562 تحت لفظ: صلاة، المغني لابن قدامة ج 2 ص 118 مسألة نمبر 183)

3: امام مالك بن انس المدني م 179 هـ:

جهرى نمازوں میں قراءت خلف الامام کے قائل نہیں تھے اور سرى نمازوں میں وجوب کے قائل نہیں تھے۔

وقال مالك: الامر عندنا انه لا يقرأ مع الامام فيما جهر فيه الامام بالقراءة.

(التمهيد لابن عبد البر ج 4 ص 439 تحت رقم الحديث 236، موطا امام مالك ص 68 باب ترك القراءة خلف الامام فيما جهر فيه)

قال محمد عبد الرحمن المباركفوري: وكذلك الامام مالك و الامام احمد لم يكونوا قائلين بوجوب قراءة الفاتحة خلف الامام في جميع الصلوات. (تحفة الاحوذى ج2 ص251 باب ماجاء في ترك القراءة خلف الامام)

4: امام ابو يوسف يعقوب القاضى م182ھ:

[ترك القراءة خلف الامام] وهو قول ابى حنيفة و ابى يوسف و محمد رحمهم الله تعالى.

(سنن الطحاوى ج1 ص159 باب القراءة خلف الامام، فتح الملهم ج2 ص20 المسئلة الثانية)

5: امام محمد بن الحسن الشيبانى م189ھ:

قال محمد رحمه الله: لا قراءة خلف الامام فيما جهر فيه ولا فيما لم يجهر بذلك جاءت عامة الآثار.

(مؤطا امام محمد ص97 باب القراءة فى الصلوة خلف الامام، سنن الطحاوى ج1 ص159 باب القراءة خلف الامام)

5: امام ابو عبد الله احمد بن محمد بن حنبل البغدادى م241ھ:

جهرى نمازوں میں قراءت خلف الامام کے قائل نہیں تھے اور سرى نمازوں میں وجوب کے قائل نہ تھے۔

قال الامام عبد الله بن احمد بن حنبل: سمعت ابى سئل عن الرجل يصلى خلف الامام فلا يقرأ خلفه قال اعجب الى ان يقرأ فان لم يقرأ يجزئه.

وقال ايضاً: سمعت ابى يقول اذا قرأ الامام فأنصت قلت فالر كعتين الاخرين اذا لم يسمع الامام يقرأ فقراً هو فى نفسه قال نعم ان شاء قرأ وان شاء لم يقرأ. (مسائل احمد برواية عبد الله ص78، المغنى ج2 ص118)

## ابواب محدثين اور ترك قراءت خلف الامام

ائمہ محدثين رحمهم الله كى يه عادت هه كه وه پهله ان احاديث كو ذكر كرتے هين جو ان كه نزديك منسوخ هوتى هين، پهر ان احاديث كو ذكر كرتے هين جو ان كه هاں ناخ هوتى هين۔ چنانچه امام نووى رحمه الله م676ھ اس قاعده كو يوں ذكر كرتے هين:

ذكر مسلم فى هذا الباب الاحاديث الواردة بالوضوء مما مست النار ثم عقبها بالاحاديث الواردة بتترك الوضوء مما مست النار فكانه يشير الى ان الوضوء منسوخ وهذه عادة مسلم وغيره من ائمة الحديث يذكرون الاحاديث التى يرونها منسوخة ثم يعقبونها بالنسخ. (شرح مسلم للنووى ج1 ص156 باب الوضوء مما مست النار)

محدثين كرام رحمهم الله تعالى نے قراءت کے مسئلہ میں بهى يهى اسلوب اختيار فرمايا هه كه پهله قراءت خلف الامام كى احاديث لائے هين اور بعد میں ترك قراءت خلف الامام كى، جو اس بات كا ثبوت هين كه قراءت خلف الامام منسوخ هه۔

1: امام مالك بن انس المدنى م179ھ نے پهله "القراءة خلف الامام فيما لا يجهر فيه بالقراءة" اور بعد میں "ترك القراءة خلف الامام فيما جهر فيه" كا باب باندھا هه (مؤطا امام مالك ص66، 68)

2: امام محمد بن حسن الشيبانى م189ھ نے پهله اثبات قراءت كى احاديث كو اور بعد میں ترك قراءت كى احاديث كو بيان كيا۔

(مؤطا امام محمد: ص94 تا ص102 باب القراءة فى الصلوة خلف الامام)

3: امام عبد الرزاق بن الهام م211ھ نے پهله قراءت خلف الامام كى احاديث اور بعد میں ترك كى احاديث كو ذكر كيا۔

(مصنف عبد الرزاق: ج2 ص82 الى ص92 باب القراءة خلف الامام)

4: امام ابو بكر ابن ابى شيبه م235ھ نے پهله "من رخص فى القراءة خلف الامام" كا باب باندھا اور بعد میں "من كره القراءة خلف الامام" كا باب باندھا۔ (مصنف ابن ابى شيبه ج3 ص267، 273)

5: امام محمد بن اسمعیل البخاری م 256ھ نے اپنے جزء "القرءة" میں پہلے قراءۃ خلف الامام کی احادیث کو ذکر کیا اور آخر میں ترک قراءۃ کی احادیث کو بیان کیا۔

6: امام ابن ماجہ القزوی م 273ھ نے پہلے "باب القراءۃ خلف الامام" باندھا اور قراءۃ کی احادیث کو ذکر کیا، بعد میں "باب اذا قرء الامام فانصتوا" باندھا اور ترک قراءت کی احادیث کو بیان کیا۔ (سنن ابن ماجہ؛ ج 1؛ ص 60، 61)

7: امام ابو داؤد و سلیمان الاشعث م 275ھ نے پہلے "باب من رای القراءۃ اذا لم یجهر" باندھا اور قراءۃ کی احادیث کو ذکر کیا، پھر "باب من لم یر القراءۃ اذا لم یجهر" باندھا اور احادیث ترک کو بیان کیا۔ (سنن ابی داؤد؛ ج 1؛ ص 127)

8: امام ابو عیسیٰ الترمذی م 279ھ نے پہلے "باب ما جاء فی القراءۃ خلف الامام" باندھا اور قراءت کی احادیث کو ذکر کیا، بعد میں "باب ما جاء فی ترک القراءۃ خلف الامام اذا جهر بالقراءۃ" ترک کا باب باندھا اور احادیث کو بیان کیا۔ (جامع الترمذی؛ ج 1 ص 69، ص 71)

9: امام ابو عبد اللہ عبد الرحمن النسائی م 303ھ نے پہلے "ایجاب قراءۃ فاتحۃ کتاب فی الصلوۃ" کا باب باندھا اور قراءت کرنے کی احادیث کو ذکر کیا، بعد میں "ترک القراءۃ خلف الامام فیما لم یجهر فیہ" اور "ترک القراءۃ خلف الامام فیما جهر بہ" کے ابواب باندھے اور احادیث ترک قراءت کو بیان فرمایا۔ (سنن النسائی؛ ج 1؛ ص 145، 146)

10: امام ابو جعفر الطحاوی م 321ھ نے پہلے قراءت کی احادیث کو ذکر کیا، بعد میں ترک قراءت کی احادیث کو بیان کیا۔

(سنن الطحاوی؛ ج 1؛ ص 157 تا 160 باب القراءۃ خلف الامام)

**سوال:** منسوخ حکم پر تو عمل جائز نہیں، جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ اور دیگر فقہاء تو اس کے قائل گزرے ہیں۔ اس کا مطلب کہ وہ ایک ناجائز کام کرتے تھے۔

**جواب:** اگر نسخ منصوص ہو تو اس پر عمل گناہ ہے اور اگر نسخ اجتہادی ہو تو مجتہد کے لیے گناہ نہیں بلکہ اجر واحد ہے، اور یہ نسخ بھی اجتہادی کی قسم میں سے ہے لہذا ان مجتہدین کے لیے گناہ نہیں۔

## غیر مقلدین کے دلائل کے جوابات

### دلیل نمبر 1:

قال تعالیٰ: **وَإِذْ كَرَّرْنَا فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ**. (سورة الاعراف: 205)

حضرت زید بن اسلم تابعی نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے ہو تو سورۃ فاتحہ کی قراءۃ آہستہ کرے۔

عبد العزیز بن محمد قال: سمعت زید بن أسلم يقول: في قوله (وإذا قرء القرآن فاستمعوا له وأنصتوا) قال: «الذي يكون خلف الإمام قال الله: (واذكر ربك في نفسك)» قال: «يقول: اذكر ربك وأنصت في نفسك» فأخبر بأنه مأمور بالإنصات والذكر معا فيكون الأمر بالإنصات راجعا إلى ترك الجهر دون ترك الذكر في النفس الذي هو دون الجهر من القول (كتاب القراءۃ للبيهقي ص: 121، 122 رقم الحديث 293)

### جواب اول:

اولاً: ..... اس آیت سے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے پر استدلال کرنا باطل ہے۔ اس لیے کہ یہ تفسیر صحیح حدیث، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور محمد بن کعب القرظی کی صحیح تفسیر [جو کہ ما قبل میں گزر چکی ہیں] کے مخالف ہے۔ نیز اس آیت میں امام کا لفظ ہے نہ مقتدی کا، اسی طرح نہ قراءۃ کا اور نہ سورۃ فاتحہ کا۔ تو امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے پر استدلال کیسے درست ہوا؟؟

ثانیاً:..... حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ کا استدلال ذکر فی النفس کے متعلق ہے، اس میں فاتحہ کا ذکر ہی نہیں تو اس سے استدلال کیسے!؟

## جواب ثانی:

اس روایت کی سند یوں ہے: أخبرنا أبو عبد الله الحافظ أنا أبو علي الحافظ أنا أبو عمرو الحرثي نا الفضل بن محمد الشعراني نا إبراهيم بن حمزة نا عبد العزيز بن محمد قال: سمعت زيدا بن أسلم الخ

اس سند میں ایک راوی فضل بن محمد شعرانی ہے۔ ائمہ نے ان پر جرح کی ہے: تكلّموا فيه، فرماہ بالكذب، انه كان غالباً في التشيع۔

(ميزان الاعتدال للذہبی ج:3 ص:346 رقم:7194، المغنی فی الضعفاء للذہبی ج:2 ص:195 رقم:4940)

دوسرا راوی عبد العزیز بن محمد ہے۔ گو بعض نے انکو ثقہ کہا ہے، لیکن بہت سے ائمہ نے ان پر جرح بھی کی ہے۔ مثلاً:

اذا حدث من حفظه يهم، ليس هو بشئ، اذا حدث من حفظه جاء ببواطيل، لا يحتاج به، سيئ الحفظ، وربما قلب، فرما حدث من حفظه الشئ فيخطئ، ليس بالقوى، وكان يخطئ، انه كثير الوهم فجعل يلحن لحناً منكراً.

(ميزان الاعتدال للذہبی ج:2 ص:490 رقم الترجمة:5546، تهذيب لابن حجر ج:3 ص:472، 471 رقم الترجمة:4727)

لہذا یہ روایت ضعیف ہے، قابل استدلال نہیں۔

## دلیل نمبر 2:

حدیث: عبادة بن صامت مرفوعاً: لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب (بخاری و مسلم)

اس حدیث کا عموم ہر اس نماز کو شامل ہے جو کوئی شخص اکیلے پڑھتا ہے، یا امام کے پیچھے پڑھتا ہے، اس کا امام قراءت بالسر کر رہا ہو یا

قراءت بالجہر کرے۔ (نصر الباری از علی زئی غیر مقلد ص45، فاتحہ خلف امام از علی زئی غیر مقلد ص34)

لفظ من عام ہے جس میں امام، منفرد اور مقتدی سب داخل ہیں۔ (ابکار المنن ص120، تحقیق الکلام ج1 ص11)

## جواب اول:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: الحديث اذا لم تجمع طرقه لم تفهمه والحديث يفسر بعضها بعضاً

(الجامع لاخلاق الراوی للخطيب: ص370 رقم:1651)

کہ جب تک حدیث کے طرق جمع نہ کر لیں اس وقت تک حدیث کا معنی نہیں سمجھ سکتے، کیونکہ ایک حدیث دوسری حدیث کی تشریح کرتی ہے۔

اس اصول کے تحت ہم نے حدیث عبادہ کے مختلف طرق جمع کیے، جن میں یہ الفاظ آئے ہیں:

"لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب فصاعداً" (خلق افعال العباد للبخاری ص67، صحیح مسلم ج1 ص169، سنن ابی داؤد ج:1 ص126)

نیز اس روایت کے کئی شواہد بھی موجود ہیں۔

1: عن ابی ہریرة مرفوعاً: لا صلوة الا بقراءة فاتحة الكتاب فما زاد.

(سنن ابی داؤد ج:1 ص125 باب من ترک القراءة فی صلوة، صحیح ابن حبان ج:3 ص141 رقم الحدیث:1788، کتاب القراءة للبیہقی: ص14، 13 رقم الحدیث

(26، 27، 28، 29)

2: عن ابی سعید الخدری مرفوعاً: امرنا ان نقرأ بفاتحة الكتاب وما تيسر.

(سنن ابی داؤد ج:1 ص125 باب من ترک القراءة فی صلوة، صحیح ابن حبان ج:3 ص140 رقم الحدیث:1788، کتاب القراءة للبیہقی: ص15 رقم الحدیث:32-35)

3: عن ابی سعید مرفوعاً: لا صلاة لمن لم يقرأ في كل ركعة بالحمد لله وسورة في فريضة أو غيرها

(سنن ابن ماجہ ص60 باب القراءة خلف الامام، کتاب القراءة للبیہقی: ص16، رقم الحدیث:36، 37)

تمام طرق جمع کرنے سے معلوم ہوا کہ اس روایت کا مخاطب وہ شخص ہے جو دونوں سورتیں [یعنی سورۃ فاتحہ اور دوسری سورت] پڑھتا ہے اور وہ امام یا منفرد ہوتا ہے مقتدی نہیں، لہذا مقتدی اس کا مخاطب نہیں۔ پس یہ روایت مقتدی پر وجوب قراءۃ کی دلیل نہیں۔

### جواب ثانی:

اولاً کلمہ "من" کے متعلق علماء اصول مثلاً امام سرخسی وغیرہ فرماتے ہیں:

وهی عبارة عن ذات من يعقل وهي تحتل الخصوص والعموم۔ (اصول السرخسی: ج:1: ص:155 نور الانوار: ص:75 و ص:81)

قرآن مجید میں بھی لفظ "من" کئی مقامات پر خصوص کے لیے آیا ہے۔ مثلاً۔۔

1: قال عز وجل: وَاللَّيْلِ لَيْكَةً يُسْبِخُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ۔ (سورۃ الشوری: 5)

اور دوسرے مقام پر تصریح فرمادی کہ فرشتے صرف مومنین کے لیے ہی دعا کرتے ہیں:

وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا الْآيَةِ۔ (سورۃ المؤمن: 7)

معلوم ہوا کہ یہاں من یہاں عموم کے لیے نہیں بلکہ خصوص کے لیے ہے۔

2: قال عز وجل: أَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ أَنْ يَخْسِفَ بِكُمْ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ أَمْ أَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ أَنْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ

حَاصِبًا فَسَتَعْلَمُونَ كَيْفَ نَذِيرِ (الملك: 16، 17)

یہاں مَنْ ہے اور مراد صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

لہذا اس حدیث میں لفظ "من" بھی خصوص کے لیے ہے جیسا کہ مشہور محدث علامہ ابن عبد البر نے "التمہید" میں اس کی تصریح فرمائی

ہے:

عن عبادة رضى الله عنه وهو محتمل للتأويل..... خاص وواقع على من صلى وحده او كان اماماً. (ج:4 ص:449، 448)

لہذا لفظ "من" کو عام سمجھ کر اس سے مقتدی پر قراءت واجب کرنا باطل ہے۔

### جواب ثالث:

اس حدیث کی مراد دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم وائمہ حضرات سے یہی منقول ہے کہ یہ حدیث منفرد کے لیے ہے۔ مثلاً:

1: قال جابر بن عبد الله اذا كان وحده۔ (جامع الترمذی: ج:1: ص:71 باب ماجاء فی ترک القراءۃ خلف الامام)

2: سيدنا ابن عمر رضى الله عنه نے بھی فرمایا کہ یہ حکم اکیلے آدمی کیلئے ہے۔ (موطا امام مالک بحوالہ احسن الکلام: ج:2: ص:39)

3۔ امام سفیان بن عیینہ جو اس حدیث کے راوی ہیں فرماتے ہیں: لمن یصلی وحده

(تفسیر سفیان بن عیینہ: ص:202، سنن ابی داؤد: ج:1 ص:126، التہمید لابن عبد البر: ج:4 ص:449)

4: قال امام احمد بن حنبل: اذا كان وحده۔ (جامع الترمذی: ج:1 ص:71 باب ماجاء فی ترک قراءۃ خلف الامام)

5: امام ابو بکر اسماعیلی فرماتے ہیں: كان وحده۔ (بذل الجہود الشیخ سہارنپوری: ج:2: ص:54)

6: امام ابن عبد البر فرماتے ہیں: عن عبادة رضى الله عنه وهو محتمل للتأويل.... خاص وواقع على من صلى وحده او كان اماماً۔

(التمہید لابن عبد البر: ج:4: ص:448، الاستذکار: ج:1: ص:470)

7: قال الامام ابن قدامة المقدسى: فهو محمول على غير المأموم۔ (المغنی لابن قدامة: ج:1: ص:606)

8: شیخ محدیث سہارنپوری نے بھی اس کی مراد: اذا كان وحده بیان فرمائی ہے۔ (بذل الجہود: ج:2: ص:52)

9: امام اہل السنۃ شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے اس کی مراد اکیلا آدمی بیان کی ہے۔ (احسن الکلام: ج:2: ص:40)

دلیل نمبر 3:

عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من صلى صلاة لم يقرأ فيها بأم القرآن فهي خداج ثلاثاً غير تمام فقبل لأبي هريرة إنا نكون وراء الإمام فقال اقرأ بها في نفسك. (صحيح مسلم وغيره)

جواب حصہ اول:

اس حدیث کے مرفوع حصہ میں "مقتدی" کے لفظ نہیں ہیں، اور ائمہ حضرات نے تصریح کی ہے:  
و كذلك حديث أبي هريرة [فهو محمول على غير المأموم]۔ (المعنى لابن قدامة ج 2 ص 118)

کہ یہ حدیث مقتدی کے علاوہ پر محمول ہے۔ نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دیگر مفسر روایات میں بھی اس بات کی تصریح ہے کہ امام کی قراءت کے وقت مقتدی خاموش رہے۔ مثلاً

1: عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (إنما جعل الإمام ليؤتم به. فإذا كبر فكبروا. وإذا قرأ فأنتصوا. وإذا قال غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقولوا آمين)

(سنن ابن ماجہ ص 146 باب اذا قرء الامام فانصتوا)

2: عن أبي هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: « كل صلاة لا يقرأ فيها بأم الكتاب فهي خداج إلا صلاة خلف إمام » (كتاب القراءة للبيهقي ص 170، 171 رقم 404)  
قاعدہ ہے کہ مبہم کے مقابلے میں مفسر حدیث کو دیکھا جائے گا۔

قال الامام البخاری: والمفسر يقضى على المبهم (بخاری ج: 1 ص: 201)

قال ابن حجر العسقلاني: لا يقبل الحديث المبهم. (شرح نخبة الفكر ص: 98)

لہذا یہ روایت قراءت خلف الامام کی دلیل نہیں۔

جواب حصہ ثانی:

اولاً:۔۔۔ اس حدیث میں "اقرء بها في نفسك" حضرت ابو ہریرہ کا موقوف قول ہے، جیسا کہ امام بخاری اور امام بیہقی رحمہما اللہ کی روایات سے معلوم ہوتا ہے۔

فقلت [أبو السائب]: يا أبا هريرة: فإني أكون أحياناً وراء الإمام قال: فغمز ذراعاً ثم قال: اقرأ بها يا فارسي في نفسك. (جزء القراءة مترجم للبخاري: ص: 80)

وقال: يا ابن الفارسي: اقرأ بها في نفسك. (كتاب القراءة للبيهقي: ص: 196 رقم 431)

جبکہ غیر مقلدین کے نزدیک صحابی کا قول و عمل حجت نہیں ہے:

1: افعال الصحابة رضی اللہ عنہم لا تنتهض لاحتجاج بها۔ (فتاویٰ نذیریہ بحوالہ مظالم روپڑی: ص 58)

2: صحابہ کا قول حجت نہیں۔ (عرف الجادی: ص 101)

3: صحابی کا کردار کوئی دلیل نہیں اگرچہ وہ صحیح طور پر ثابت ہوں۔ (بدور الابلہ: ج 1 ص 28)

4: آثار صحابہ سے حجیت قائم نہیں ہوتی۔ (عرف الجادی: ص 80)

5: خداوند تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے کسی کو صحابہ کرام کے آثار کا غلام نہیں بنایا ہے۔ (عرف الجادی: ص 80)

6: موقوفات صحابہ حجت نہیں۔ (بدور الابلہ: ص 129)

ثانیاً:۔۔۔ فی نفسک کا معنی قرآن وحدیث میں منفردواکیلے کے لئے بھی آیا ہے۔ مثلاً۔۔۔

1: قال عز وجل: وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا (النساء: 63)

قال الامام البفسر أبو الفضل محمود الألو سی البغدادی: وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ أَى قُلْ لَهُمْ خَالِيَا لایكون معهم أحد (روح المعانی ج 5 ص 69)

قال الامام البفسر علاء الدین علی بن محمد بن إبراهیم البغدادی الشهیر بالخازن: وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ إِذَا خَلُوتَ بِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا (تفسیر خازن ج 1 ص 398)

قال الامام البفسر أبو العباس أحمد بن محمد بن المهدي الشاذلی الفاسی: (وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ)، أَى: خَالِيَا بِهِمْ (قَوْلًا بَلِيغًا) یبلغ إلى قلوبهم.

(البحر المدید للفا سی ج 2 ص 88)

2: حضرت ابو ہریرہ سے حدیث قدسی مروی ہے:

فَإِنْ ذَكَرْتَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتَنِي فِي نَفْسِي وَإِنْ ذَكَرْتَنِي فِي مَلَأٍ ذَكَرْتَنِي فِي مَلَأٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ.

(صحیح البخاری: ج 2: ص 1101 باب قول اللہ تعالیٰ وَمَنْ ذَكَرْتَنِي فِي نَفْسِهِ، صحیح مسلم: ج 2: ص 343 باب فضل الذکر والدعاء والتقرب إلى اللہ تعالیٰ)

لہذا حضرت ابو ہریرہ کی اس حدیث میں کا معنی "اکیلا ومنفرد" ہے، یعنی حضرت ابو ہریرہ نے اپنے شاگرد ابو السائب کو فرمایا جب تم اکیلے ہو تو قرآنہ کر لیا کرو۔ اس معنی سے یہ حدیث دیگر تفاسیر و احادیث سے متعارض نہیں ہوتی۔ اگر غیر مقلدین والا معنی مراد لیں تو ان میں باہم تعارض لازم آتا ہے۔ پس اس روایت سے غیر مقلدین کا استدلال باطل ہے۔

ثالثاً:۔۔۔ اقرء جہا فی نفسک کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ دل میں غور و فکر کر لیا کرو۔

دلیل نمبر 4:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّخَعِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الرَّبِيعِ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ كُنَّا خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ فَقَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- فَثَقُلْتُ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةَ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ «لَعَلَّكُمْ تَقْرءُونَ خَلْفَ إِمَامِكُمْ». قُلْنَا نَعَمْ هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ «لَا تَفْعَلُوا إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَإِنَّهُ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِهَا». (سنن ابی داؤد ج 1 ص 126 باب مَنْ تَرَكَ الْقِرَاءَةَ فِي صَلَاتِهِ، جامع الترمذی ج 1 ص 70 باب ماجاء فی القراءۃ خلف الامام)

جواب نمبر 1:

اس کی سند میں ایک راوی محمد بن اسحاق بن یسار ہے، جو عند الجمہور ضعیف، مجروح، کذاب، دجال، شیعہ، معتزلی اور قدری تھا۔

(میزان الاعتدال للذہبی: ج 3: ص 152 تا 158، تہذیب التہذیب لابن حجر ص 5: ص 28 تا 32، تقریب التہذیب لابن حجر ج 2: ص 502)

نیز محمد بن اسحاق بن یسار مدلس بھی تھا۔ (طبقات المدلسین: ص 132 الطبقة الرابعة، الفتح المبین لعلی زئی ص 72)

اور بتصریح علی زئی غیر مقلد مدلس کا عنعنہ صحت حدیث کے منافی ہوتا ہے (نور العینین لعلی زئی ص 148)

لہذا یہ روایت ضعیف و ناقابل حجت ہے۔

جواب نمبر 2:

اس میں دوسرا راوی "مکحول" ہے۔ بتصریح ائمہ یہ بھی مدلس ہے (طبقات المدلسین ص 113 المرتبة الثالثة، الفتح المبین لعلی زئی ص 64)

نیز امام ابن سعد فرماتے ہیں: ضعفہ جماعۃ (میزان الاعتدال ج 4 ص 378)

علامہ ذہبی فرماتے ہیں: قلت: هو صاحب تدليس و قدر محي بالقدر. (میزان الاعتدال ج 4 ص 378)

پس روایت ضعیف ہے۔

### جواب نمبر 3:

اس کی ایک دوسری سند میں ایک راوی نافع بن محمود بن الربیع ہے، ان سے خلف الامام کی روایت کے علاوہ کوئی روایت مروی نہیں۔ امام ابن حبان نے انہیں ثقافت میں شمار تو کیا ہے لیکن ساتھ یہ تصریح بھی کر دی ہے: حدیثہ معلل۔ (میزان الاعتدال للذہبی ج 5 ص 7) کہ اس کی حدیث معلول ہے۔

قال الطحاوی: لا يعرف فكيف يصح او يكون سنداه حسنا. (الجواهر النقي على البيهقي ج 2 ص 165)

قال ابن عبد البر: نافع مجهول. (تهذيب التهذيب ج 6 ص 519)

قال ابن قدامة: فانه غير معروف (المغني لابن قدامة ج 2 ص 118)

قال ابن حجر: مستور من الثالثة (التقريب لابن حجر ص 588)

ان حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ یہ راوی مجہول ہے۔ اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ مجہول کی روایت سے دلیل نہیں لی جاسکتی۔ چنانچہ مجہول کے متعلق امام نووی نے تصریح کی ہے: فالجبهور على انه لا يحتاج به. (مقدمہ شرح صحیح مسلم للنووی ص 17) امام بیہقی رحمہ اللہ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

ولم يكلفنا الله تعالى أن نأخذ ديننا عن من لا نعرفه. (كتاب القراءة للبيهقي: ص 395)

لہذا یہ روایت قابل استدلال نہیں۔

### جواب نمبر 4:

یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا، بعد میں اس سے منع کر دیا گیا، جیسا کہ ہمارے دلائل میں محمد بن کعب القرظی کی تفسیر گزر چکی ہے۔

### دلیل نمبر 5:

حدثنا محمود قال: حدثنا البخاري قال: حدثنا يحيى بن يوسف، قال: أنبأنا عبد الله، عن أيوب، عن أبي قلابة، عن أنس، رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم صلى بأصحابه، فلما قضى صلاته أقبل عليهم بوجهه، فقال: « أتقرون في صلاتكم والإمام يقرأ؟ » فسكتوا فقالها ثلاث مرات، فقال قائل أو قائلون: إنا لنفعل قال: « فلا تفعلوا وليقرأ أحدكم بفاتحة الكتاب في نفسه. » (جزء القراءة للبخاري مترجم ص: 182 رقم الحديث 255، السنن الكبرى للبيهقي ج: 2 ص: 166، كتاب القراءة للبيهقي: ص: 57، 58)

### جواب اول:

اس کی سند میں ایک راوی ابو قلابہ ہے۔ گو ثقہ تھا لیکن غضب کا مدلس تھا۔ (طبقات المدلسین لابن حجر ج 39، الفتح المبين لعلی زئی ص 20) قال العجلي: فيه نصب يسير (تقريب لابن حجر ص 339) یعنی یہ ناصبی تھا۔

قال العلامة الذهبي: ثقته في نفسه الا انه يدلس عن لحقهم و عن لم يلحقهم و كان له صحف يحدث منها ويدلس.

(میزان الاعتدال للذہبی ج 2، ص 327)

اور بصریح علی زئی غیر مقلد مدلس کا عنعنہ صحت کے منافی ہوتا ہے (نور العینین ص: 148)

لہذا یہ روایت ضعیف و ناقابل حجت ہے۔

فائدہ: بعض الناس کا یہ کہنا کہ ”یہ پہلے طبعے کا مدلس ہے جس کی تدلیس کو برداشت کیا گیا ہے“ قطعاً باطل ہے، اس لیے کہ ابو قلابہ جب ”عمن“

لم يلحقهم“ سے بھی تدلیس کرتے ہیں تو پھر کسی طبقہ میں بھی ہوں تو کس طرح قابل برداشت ہوں گے؟! اس صریح عبارت کو بھی دیکھا جائے، نرا طبقہ ہی نہ دیکھا جائے۔

### جواب ثانی:

اس کی سند میں اضطراب ہے۔ مثلاً۔۔

1: عن ابی قلابة عن انس... (جزء القراءۃ للبخاری مترجم ص: 182 رقم الحدیث 255)

2: عن ابی قلابة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔

(جزء القراءۃ للبخاری مترجم ص: 183 رقم الحدیث 256، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج: 2: ص: 166،)

3: عن ابی قلابة عن محمد بن ابی عائشة عن رجل من أصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(سنن الدار قطنی ص 223، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج: 2: ص: 166،)

4: عن ابی قلابة عن ابی ہریرة... (سنن الدار قطنی ص 223)

امام سیوطی فرماتے ہیں: الاضطراب یوجب الضعف (تذیب الراوی للسیوطی: ج: 1: ص: 223)

لہذا یہ روایت ضعیف اور ناقابل حجت ہے۔

### جواب ثالث:

”فی نفسہ“ کا مطلب یہ ہے کہ جب اکیلے نماز پڑھو تو اسے پڑھا کرو۔ (اس معنی پر شواہد از قرآن و حدیث ما قبل میں گزر چکے ہیں)

### دلیل نمبر 6:

حدثنا محمود قال: حدثنا البخاری قال، وقال لنا آدم: حدثنا شعبه، حدثنا سفیان بن حسین، سمعت الزہری، عن ابن ابی رافع، عن علی بن ابی طالب، رضی اللہ عنہ أنه کان یأمر ویجب أن یقرأ خلف الإمام فی الظهر والعصر بفاتحة الكتاب، وسورة سورة وفي الآخرین بفاتحة الكتاب۔

(جزء القراءۃ للبخاری مترجم ص 67 رقم الحدیث 54، سنن الدار قطنی ص 214 رقم الحدیث 1217، السنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 168)

### جواب نمبر 1:

اولاً۔۔ دلائل اہل السنن والجماعت احناف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سند صحیح کے ساتھ گزر چکا ہے کہ آپ قراءت خلف الامام سے منع فرماتے تھے۔

ثانیاً۔۔ اس اثر کی سند میں سفیان بن حسین ہے۔ ائمہ نے ان پر کلام کیا ہے۔ مثلاً۔۔

قال أحمد: ليس بذاك في الزهري.

وقال عثمان ابن سعيد: سألت يحيى عنه فقال: ثقة، وهو ضعيف الحديث عن الزهري.

وروى ابن أبي خيثمة، عن ابن معين: ثقة في غير الزهري

وقال عثمان بن أبي شيبة: ثقة، لكنه مضطرب في الحديث قليلاً.

وقال ابن سعد: ثقة يخطئ في حديثه كثيراً.

وقال أبو حاتم: صالح الحديث يكتب حديثه، ولا يحتج به

وقال النسائي: ليس به بأس إلا في الزهري.

وقال ابن حبان: يروى عن الزهري المقلوبات  
وقال ابن عدى: هو... في الزهري روى أشياء خالف الناس  
قال ابن معين: لم يكن بالقوى.

(ميزان الاعتدال ج 2 ص 157)

قال ابن حجر: ثقة في غير الزهري

(تقريب التهذيب لابن حجر ص 244)

اور یہ روایت بھی سفیان بن حسین عن الزهري کے طریق سے مروی ہے۔ لہذا ضعیف اور ناقابل حجت ہے۔

جواب نمبر 2:

اس روایت میں سورۃ فاتحہ اور دوسری سورت دونوں کے پڑھنے کا ذکر ہے۔ لہذا یہ اثر فریق مخالف کے لیے سود مند نہیں۔

دلیل نمبر 7:

وأخبرنا أبو عبد الله الحافظ، أنا أبو بكر بن إسحاق، أنا عبد الله بن محمد، ناعمر و بن زرارة، نأسماعيل، عن ليث، عن عبد الرحمن بن ثروان، عن الهذيل بن شربيل، عن ابن مسعود، رضى الله عنه أنه «قرأ في العصر خلف الإمام في الركعتين الأولىين بأمر القرآن وسورة» (كتاب القراءة للبيهقي ص 196)

جواب 1:

یہ اثر ضعیف ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی لیث بن ابی سلیم ہے۔ اس پر ائمہ نے جرح کی ہے۔ مثلاً۔۔

قال أحمد: مضطرب الحديث

وقال يحيى والنسائي: ضعيف.

وقال ابن حبان: اختلط في آخر عمره.

وقال ابن معين: ليث أضعف من عطاء بن السائب.

وقال مؤمل بن الفضل: سألت عيسى بن يونس عن ليث بن أبي سليم، فقال: قدر أيتنه وكان قد اختلط.

(ميزان الاعتدال ج 3 ص 413:414)

جواب نمبر 2:

اس کی سند میں ایک راوی عبد الرحمن بن ثروان ہے۔ اس پر امام احمد نے جرح کی ہے۔

قال عبد الله بن أحمد: سألت أبي عنه فقال: هو كذا وكذا - وحرك يده، وهو يخالف في أحاديث.

عن أحمد قال: لا يحتج به.

وقال أبو حاتم: لين.

(ميزان الاعتدال ج 2 ص 490)

پس اثر ضعیف ہے۔

جواب نمبر 3:

یہ اثر خود غیر مقلدین کے عمل کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ اس میں ظہر عصر کی نماز کی تخصیص ہے اور وہ بھی صرف پہلی دور کعتوں میں اور فاتحہ

کے ساتھ دوسری سورت کا بھی ذکر ہے جو غیر مقلدین کو کسی طرح بھی سود مند نہیں۔

## دلیل 8:

عن یزید بن شریک سألت عمر بن الخطاب: أأقرء خلف الامام؟ قال: نعم. قال: إن قرأت يا امير المؤمنين؟ قال: وان

قراءت.

(جزء القراءۃ للبغاری ص 65)

## جواب نمبر 1:

دلائل احناف کے تحت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اثر گزر چکا ہے کہ وہ قراءت سے منع فرماتے تھے۔ اگر یہ پیش کردہ اثر صحیح بھی ہو جائے تب بھی غیر مقلدین کو سود مند نہیں۔ اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اثر مختلف الفاظ سے کتب میں مذکور ہے۔ ان میں سورہ فاتحہ کے علاوہ قرآن کریم کے کسی حصہ کا ذکر بھی موجود ہے۔ مثلاً۔۔

فاتحة الكتاب وشيئا (كتاب القراءۃ للبيهقي ص 620)

بفاتحة الكتاب ومعها (كتاب القراءۃ ص 61. السنن الكبرى للبيهقي ج 2 ص 167)

بفاتحة الكتاب وشيئ معها (كتاب القراءۃ ص 61)

بفاتحة الكتاب ومعها شيع (جامع المسانيد ج 1 ص 346)

ظاہر بات کہ غیر مقلد صرف فاتحہ کے وجوب کے قائل ہیں، مازاد کے جواز کے بھی قائل نہیں۔ لہذا یہ اثر انھیں سود مند نہیں۔

## جواب 2:

اس اثر میں قراءت کی صرف اجازت و اختیار کا ذکر ہے جبکہ فریق مخالف اسے واجب سمجھتا ہے۔

## جواب 3:

قراءۃ خلف الامام کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہی بھی ثابت ہے (کما مر) اور یہاں فاتحہ و مازاد علی الفاتحہ کی اجازت بھی ثابت ہے تو قرین قیاس یہی ہے کہ یہ حکم آپ منفرد کو دینا چاہتے تھے، راوی سے غلطی ہوئی کہ اسے مقتدی کے حق میں نقل کر دیا۔

## غیر مقلدین کے چند شبہات کے جوابات

### شبہ نمبر 1:

زیر علی زئی غیر مقلد نے ملا جیون الحنفی رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ اس آیت ”فَأَقْرءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ“ (سورۃ

الزلزل: 20) کے عموم سے مقتدی پر قراءت واجب ہے۔ چنانچہ موصوف لکھتے ہیں:

”اس آیت کے بارے میں ملا جیون حنفی (متونی ۱۱۳۰ھ) لکھتے ہیں:

فان الاول بعمومه يوجب القراءۃ على المقتدى۔

پس بے شک پہلی آیت (آیت مذکورہ بالا) اپنے عموم کے ساتھ مقتدی پر قراءت واجب کرتی ہے۔“

(فاتحہ خلف الامام از زبیر علی زئی: ص 32)

## جواب:

اولاً۔۔۔ وَإِذَا قُرِءَ الْقُرْآنُ وَالِ آیت اور اس کے تحت تفاسیر صحیحہ، احادیث مبارکہ، فقہاء کرام خصوصاً فقہاء احناف اور اجماع امت اکثری سے

واضح ہوا ہے کہ مقتدی کو قراءۃ خلف الامام سے منع کر دیا گیا ہے۔

ثانیاً۔۔۔ فاقْرءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ كاشان نزول نماز تہجد ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے:

قَالَ فِي الْمَرْمِلِ (قِمِّ اللَّيْلِ إِلَّا قَلِيلًا يَضْفَهُ) نَسَخَتْهَا الْآيَةُ الَّتِي فِيهَا (عَلِمَ أَنْ لَنْ تُخْصَوهُ فَتَتَابَعَكُمْ فَاقْرءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ) وَكَانَتْ صَلَاتُهُمْ لِأَوَّلِ اللَّيْلِ يَقُولُ هُوَ أَجْدَرُ أَنْ تُخْصُوا مَا فَرَضَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ مِنْ قِيَامِ اللَّيْلِ (سنن ابی داؤد ج: 1 ص 192 باب نُحْيِ قِيَامِ اللَّيْلِ وَالتَّيَسُّرِ فِيهِ، اعلام الموقعين لابن القيم ج: 2 ص 327، نيل الاوطار للشوكاني ص: 243)

اور نماز تہجد اکیلے پڑھی جاتی ہے، جماعت کے ساتھ نہیں، لہذا فاقْرءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ سے مقتدی پر قراءت واجب کرنا باطل و مردود ہے۔

ثالثاً۔۔۔۔۔ ملا جیون رحمہ اللہ م: 1130 ھ حنفی مقلد ہیں مطلق مجتہد نہیں۔ یہ شیخ ملا جیون رحمہ اللہ کا ذاتی تفرد، سہویا وہم ہے جو تفاسیر صحیحہ، احادیث مبارکہ، فقہاء کرام خصوصاً فقہاء احناف کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔ خود زبیر علی زئی نے ایک مقام پر لکھا: ”ہم ان حوالوں سے بری ہیں اور یہ حوالے ہمارے مفتی بہا نہیں ہیں“ (الحدیث ش 86 ص 36 جولائی 2011ء)

### شبه نمبر 2:

فاتحہ قراءۃ نہیں، بلکہ قراءۃ فاتحہ کے بعد والی سورتوں کی ہوتی ہے۔ لہذا فاتحہ پڑھنے سے ان احادیث کی مخالفت لازم نہیں آتی جن میں قراءت سے منع کیا گیا ہے۔

### جواب:

فاتحہ قراءت ہے، احادیث ملاحظہ ہوں:

1: عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يسكت بين التكبير وبين القراءة إسكاته... فقلت بأبي وأمي يا رسول الله إسكاتك بين التكبير والقراءة ما تقول قال أقول اللهم باعد بيني وبين خطاياي.

(صحیح البخاری ج 1 ص 103 باب ما يقول بعد التكبير)

غیر مقلدین اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ دعا تکبیر تحریمہ اور فاتحہ کے درمیان پڑھی جاتی ہے۔ لہذا یہاں فاتحہ ہی کو قراءت کہا گیا ہے۔ اگر غیر مقلد اس پر مصر ہوں کہ فاتحہ کے بعد والی سورت ہی قراءت ہے تو انہیں چاہیے کہ فاتحہ ختم کر کے تکبیر کہیں، پھر اللہم باعد والی دعا پڑھیں۔

2: امام بخاری رحمہ اللہ نے باب وُجُوبِ الْقِرَاءَةِ لِلْإِمَامِ وَالْمَأْمُومِ قائم فرمایا ہے اور اس کے تحت لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ والی حدیث ذکر کی ہے۔ معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے ہاں فاتحہ قراءت ہے۔

3: عن أنس قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم وأبو بكر وعمر رضي الله عنهما يستفتحون القراءة بالحمد لله رب العالمين.

(سنن النسائي ج 1 ص 143 باب البداءة بفاتحة الكتاب قبل السورة)

4: عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يستفتح الصلاة بالتكبير والقراءة بالحمد لله رب العالمين.

(صحیح مسلم ج 1 ص 194 باب أعضاء السجود والنهي عن كف الشعر)

### شبه نمبر 3:

فاتحہ قرآن نہیں ہے۔ دلیل آیت: ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ﴾ (الحجر: 87) ہم نے آپ کو سبع مثنائی یعنی سورۃ فاتحہ اور قرآن عظیم عطا کیا [غیر مقلدین کہتے ہیں کہ آیت سے معلوم ہوتا ہے فاتحہ اور قرآن دونوں الگ الگ ہیں۔ لہذا قرآن کی قراءۃ کے وقت خاموش رہنے کا حکم ہے نہ کہ فاتحہ کی قراءت کے وقت۔

جواب 1:

اگر فاتحہ کو قرآن نہ مانا جائے تو قرآن کی سورتوں کی تعداد 114 نہیں رہے بلکہ 113 ہو جائے گی۔ حالانکہ قرآن کی 114 سورتیں ہونے پر اجماع ہے۔

1: امام بدر الدین محمد بن عبداللہ الزرکشی رحمہ اللہم 794ھ لکھتے ہیں:

واعلم أن عدد سور القرآن العظيم باتفاق أهل الحل والعقد مائة وأربع عشرة سورة كما هي في البصيف العثماني أولها الفاتحة وآخرها الناس۔

(البرهان في علوم القرآن ص 251)

2: امام سیوطی رحمہ اللہم 911ھ لکھتے ہیں:

أما سورة فمائة وأربع عشرة سورة ياجماع من يعتد به، (الاتقان في علوم القرآن ج 1 ص 64)

3: علامہ عبدالرحمن بن محمد بن قاسم حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: أجمعوا على أن القرآن: مائة وأربع عشرة سورة (مقدمة التفسير ص 2) اگر فاتحہ کو قرآن کی سورۃ شمار نہ کیا جائے تو اجماع کی مخالفت لازم آئیگی۔

جواب 2:

سبعاً من البشاني (سورہ فاتحہ) قرآن مجید میں داخل تھی لیکن اسے علیحدہ ذکر کرنے کی وجہ صرف یہی ہے کہ اس کی عظمت و شان اجاگر ہو جائے یہی اسلوب قرآن کریم میں دیگر مقامات پر ہے مثلاً:

قال تعالى: تَنْزِيلُ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ فِيهَا يَأْتِنُ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرِ (القدر: 4)

یہاں حضرت جبرئیل علیہ السلام ملائکہ میں داخل تھے لیکن انہیں علیحدہ ذکر صرف مرتبہ و مقام بتانے کے لیے کیا۔

شبہ نمبر 4:

اگر امام کا قرآن پڑھنا مقتدیوں کے لئے کافی ہے اور مقتدیوں کو قراءۃ منع ہے، تو پھر تشہد میں "رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ" امام بھی پڑھتا ہے اور مقتدی بھی پڑھتے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی تو قرآن ہے؟

جواب:

تشہد میں "رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ" پڑھنے کی دو حیثیتیں ہیں:

(1) یہ قرآن ہے۔

(2) یہ دعا ہے۔

امام و مقتدی "رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ" دعا ہونے کی حیثیت سے پڑھتے ہیں، نہ کہ قرآن و قراءۃ ہونے کی حیثیت سے۔

شبہ نمبر 5:

امام کی قراءت کے وقت اگر خاموش رہنا اور امام کی قراءۃ کو غور سے سننا ضروری ہے، تو آپ لوگ فجر کی جماعت کے وقت سنتیں کیوں پڑھتے ہیں؟ اس وقت بھی تو امام کی قراءۃ ہو رہی ہوتی ہے اور آپ لوگ سن رہے ہوتے ہیں۔

جواب:

امام کی قرءۃ کے وقت خاموش رہنا اور غور سے سننا ان نمازیوں کے لئے ضروری ہے جو اس امام کی قراءت میں نماز پڑھ رہے ہوں، ہر نمازی کے لئے

ضروری نہیں۔ جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہی تفسیر منقول ہے۔ چنانچہ امام عبد اللہ بن احمد نسفی م 710ھ فرماتے ہیں:

"وجمہور الصحابة على انه في استماع المؤتم"۔ (مدارک التنزیل للنسفی ج 1 ص 458)

باقی رہا فجر کی سنتیں پڑھنے والا نمازی، تو وہ امام کی اقتداء نہیں کر رہا ہوتا۔

شبه نمبر 6:

فاتحہ دعا ہے۔ جب نمازی فاتحہ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے، لیکن آپ لوگوں کا امام تو فاتحہ پڑھتا ہے مقتدی نہیں پڑھتے۔ ان کی نماز اس دعا اور مناجات سے خالی ہوتی ہے؟

جواب:

قاعدہ ہے کہ انسان انفراداً انفراداً کسی کی خدمت میں حاضر ہوں تو اپنا مدعا انفراداً بیان کرتے ہیں اور جب وفد کی صورت میں کسی کی خدمت میں اپنا مدعا بیان کریں تو ایک کو اپنا نمائندہ بنا دیتے ہیں۔ وہی نمائندہ عرض و معروض کرتا ہے۔ بعینہ اسی طرح جب نمازی الگ الگ نماز پڑھتے ہیں تو ہر ایک فاتحہ پڑھتا ہے اور جب جماعت سے پڑھتے ہیں تو ایک کو نمائندہ (امام) بنا دیتے ہیں۔ اس کا عرض و معروض کرنا (فاتحہ پڑھنا) سب کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس لئے ہر ایک کو علیحدہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔